تحدیثِ نعمت

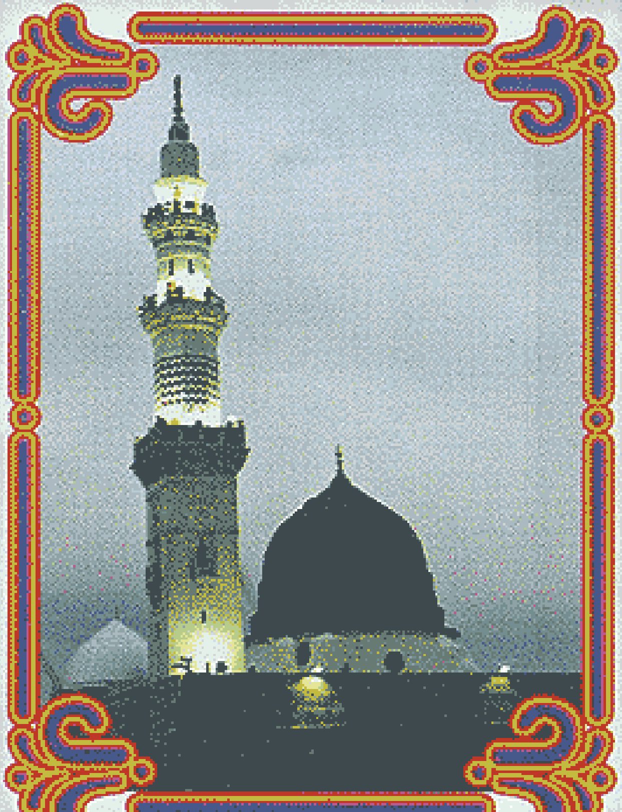

حضرت مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ

ادارہ مسعودیہ ۲/۶، ۵-ای، ناظم آباد کراچی (سندھ)
اسلامی جمہوریہ پاکستان

تحدیثِ نعمت

حضرت مفتیٔ اعظم ہند

علامہ شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

ادارۂ مسعودیہ کراچی

۲/۶،۵۔ای، ناظم آباد، کراچی

(اسلامی جمہوریہ پاکستان)

سلسلہ اشاعت نمبر ۱۶

بغیر اجازت شائع نہ کریں۔

—— بیاد ——

شیخ الاسلام مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ
شاہی امام مسجد "فتحپوری" دہلی

نام کتاب —— میثاق النّبیین
مصنف —— حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی
مرتب —— پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
تاریخ اشاعت —— شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ / دسمبر ۱۹۹۸ء
تعداد —— گیارہ سو (۱۱۰۰) صفحات : ۲۴
کتابت —— محمد ریاض ۲۰۵، ذوالقرنین چیمبرز گنپت روڈ لاہور
مطبع —— شرکت پرنٹنگ پریس، نسبت روڈ لاہور
ھدیہ —— ۱۰ روپے

نوٹ : شائقین مطالعہ ۱۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھجوا کر طلب کریں۔

—— رابطہ ——

ادارۂ مظہر اسلام

نئی آبادی، مجاہد آباد، مغلپورہ، لاہور، پاکستان، کوڈ نمبر ۵۴۸۴۰

تحدیثِ نعمت

(۱)

الحمد لمن لا یحصٰی ثناؤہٗ ولا الٰہ غیرہٗ وھو الحلیم والکریم والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ حبیبہ الذی رفع ذکرہٗ واعلیٰ شانہٗ وھو بالمؤمنین رؤف رحیم وعلیٰ اٰلہ واصحابہ الذین اتّبعوہٗ ونصروہ وعظموہ فرضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ذٰلک الفوز العظیم۔ امّا بعد فاعوذ باللہ من الشّیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ: ۱)

جو آیۂ کریمہ اس عاجز نے اس وقت تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

"اپنے رب تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کرتے رہو۔"

منعمِ حقیقی جلّ اسمہٗ نے اس آیۂ کریمہ میں اپنے بندوں سے اس کا مطالبہ فرمایا ہے کہ ہماری نعمتوں کا ذکر کیا کرو تاکہ سُننے والوں کو ہم سے لگاؤ پیدا ہو اور ان کے قلوب میں ہماری محبت جلوہ گر ہو اور وہ ہمیں پہچانیں کہ انسان کی پیدائش کا اصل منشا یہی ہے۔

اِس مقام پر اگرچہ مخاطب صرف حضُورِ اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم ہیں لیکن حُکم عام ہے جس پر متعدد آیات شاہد ہیں۔ چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہے:

واذکروا نعمۃ اللہ علیکم وما انزل علیکم من الکتٰب والحکمۃ

لے لیا؟ سب نے عرض کیا کہ ہم نے اس کا اقرار کر لیا، پھر فرمایا کہ اچھا اب تم ایک دُوسرے کے گواہ ہو جاؤ اور میں بھی اس اقرار پر گواہ ہوں، اب جو اس اقرار سے پھرے گا تو وہی فاسق ٹھہرے گا۔"

"محدثین اس آیۃ کریمہ کی تفسیر میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک جس قدر انبیاء بھیجے سب سے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عہد لیا کہ تمہاری زندگی میں اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو جائیں تو ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا، یونہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔ واللّٰہ اعلم

(اس آیۃ کریمہ میں اس عہد کو کس قدر مہتم بالشان ٹھہرایا ہے کہ اس سے زائد اہتمام متصور ہی نہیں ہو سکتا ـــــ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں، ان سے حکم الٰہی میں خلاف محتمل ہی نہیں ہو سکتا، لیکن صرف اس پر اکتفا نہ کیا گیا کہ وہ تمہارے پاس آئے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا، بلکہ اس عہد کو "لام قسم" سے مؤکد کیا جاتا ہے کہ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ پھر اس پر "نون تاکید" لائے اور وہ بھی "ثقیلہ" کہ تاکید میں بھی زیادتی پیدا کرے، پھر کمالِ اہتمام ملاحظہ کیجئے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام ابھی جواب نہ دینے پائے کہ خود ہی تقدیم فرما کر پوچھتے ہیں کہ "ءَاَقْرَرْتُمْ" ـــــ کہ تم نے اقرار بھی کیا؟ ـــــ پھر اس پر بھی بس نہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ "اَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ" ـــــ "کہ میرا بھاری ذمہ لو" ـــــ پھر "علٰی ھٰذا" کافی تھا لیکن "عَلٰی ذٰلِکُمْ" فرمایا کہ بُعدِ اشارت دلیلِ عظمت ہے ـــــ عرض کیا "ہم نے اقرار کیا" ـــــ پھر اس اقرار کو بھی قوت دی جاتی ہے کہ "فَاشْھَدُوْا" یعنی آپس میں ایک دُوسرے پر گواہ ہو جاؤ ـــــ اور اس پر بھی بس نہیں، فرمایا جاتا ہے "وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ" یعنی یہ بھی یاد رکھنا کہ میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ ٹھکانا ہے تاکیدات کا؟ ـــــ

اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے ناپاک خیالات سے محفوظ رکھے۔

اس آیۂ کریمہ کے معنی میں جو کچھ اس عاجز نے عرض کیا اپنی طرف سے ہرگز کچھ نہیں کہا، مفسرین نے جو کچھ فرمایا ہے انہیں کے کلام کو اردو زبان میں ادا کیا ہے۔ چنانچہ تفسیر سراج المنیر میں ہے:-

(واذکروا نعمۃ اللّٰہ علیکم) ای التی من جملتہا الاسلام والایمان وبعثۃ النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم (وما انزل علیکم من الکتٰب) ای القراٰن (والحکمۃ) ای السُّنّۃ۔

اور تفسیر روح البیان میں ہے:

(واتقوا اللّٰہ) فی شان المحافظۃ علیہ والقیام بحقوق الواجبۃ (واعلموا ان اللّٰہ بکل شیٔ علیم) فلا یخفی علیہ شیٔ مما تاتون وما تذرون فیؤاخذکم باتاسنین العذاب۔

ان عبارات کا وہی مفاد ہے جو میں اوپر عرض کر چکا۔ اس عاجز کی دلی خواہش تو یہی تھی کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب عالیہ ہی میں کچھ عرض کرتا لیکن اپنے بیان کو ان آیات بیّنات کے عنوان سے معنون کرنے کی ضرورت یوں ہوئی کہ کسی نے ایک گمنام خط بھیجا جس کا مضمون یہ ہے کہ:

"آپ ایک عالم اور مفتیٔ اعظم ہوتے ہوئے ایک ایسے فعل کے مرتکب ہو رہے ہیں جو بدعت ہے"۔ [1]

---

[1] حضرت علیہ الرحمہ ۱۲ ربیع الاول کی شب کو سالانہ محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کرایا کرتے تھے جو اپنی نوعیت کی پاک وہند میں واحد محفل تھی جہاں آداب شریعت کا پورا پورا لحاظ رکھا جاتا، یہ مجلس مبارکہ مسجد جامع فتحپوری (دہلی) میں بعد نمازِ عشاء شروع ہوتی اور نماز فجر تک جاری

امام علامہ ابن عبدالکافی سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جس آیت کی میں تفسیر کر رہا ہوں اس کی تفسیر میں ایک نفیس رسالہ "التعظیم والمنۃ فی لتؤمنن بہ ولتنصرنہ" لکھا۔ اس میں یہ ثابت کیا ہے کہ ہمارے آقا سب انبیاء کے نبی ہیں اور اُن کی اُمتیں سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت زمانہ آدم علیہ السلام سے روزِ قیامت تک جمیع خلق اللہ کو شامل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی الانبیاء ہونے کا ہی باعث ہے کہ شبِ اسریٰ تمام انبیاء و مرسلین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی اور اس کا پورا ظہور قیامت کے روز ہوگا۔ جب آپ کے جھنڈے کے نیچے یہ تمام انبیاء و رسل ہوں گے"۔ اس رسالے کو بہت ائمہ نے پسند فرما کر اپنی تصانیف میں نقل کیا۔

الحاصل مسلمان بہ نگاہ ایمان اس آیہ کریمہ کے مفاداتِ عظیمہ پر غور کرے صاف صریح اشارہ فرما رہی ہے کہ یہ ذاتِ گرامی صفات، اصل الاصول اور رسولوں کے رسول ہیں، جو نسبت اُمتیوں کو انبیاء علیہم السلام سے ہے وہ نسبت رسولوں کو اس ذاتِ عالی صفات سے ہے اور اس آیت کریمہ کی تاکیدات پر نظر کیجیے تو اس اُونچے درجہ کی تاکیدیں ہیں کہ اس سے اُونچی تاکید متصوّر ہی نہیں ہو سکتی۔ جس طرح توحید کے بارے میں تاکید کی گئی ہے کہ ملائکہ مقربین کو تہدید کی گئی کہ :-

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۔ (الانبیآء : ٢٩)

یعنی "جو ان میں سے کہے گا کہ اللہ کے سوا میں معبود ہوں اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے، ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں"۔

وہی تہدید یہاں رسولوں کو ہے گویا ارشاد ہے کہ جس طرح ہمیں ایمان کے جزو اولیٰ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا اہتمام ہے یونہی جزو دوم مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ سے اعتنائے تام ہے۔

یا رحمۃ اللہ انی خائف وجل
یا نعمۃ اللہ انی مفلس عانی

یعنی اے اللہ تعالیٰ کی رحمت بیشک میں ڈر رہا ہوں اور لرز رہا ہوں،
اے خدا کی نعمت بے شبہ میں محتاج اور عاجز ہوں۔

ولیس لی عمل القی العلیم بہ
سوا محبتک العظمٰی و ایمانی

یعنی اور میرے پاس کوئی ایسا عمل نہیں جس کے بھروسے پر خدائے علیم کی
جناب میں حاضر ہوں سوائے آپ کی محبتِ عظمٰی اور اپنے ایمان کے

فکن امانی من شر الحیٰوۃ ومن
شر الممات ومن احراق جسمانی

یعنی تو حضور میرے لئے امان اور پناہ ہو جائیں زندگی اور موت کی
بُرائی سے اور میرے بدن کے جلنے سے۔

وکن غنای الذی مابعدہ فلس
وکن فکانی من اغلال عصیانی

یعنی اور حضور میرے حق میں ایسی غنا اور لاپرواہی ہو جائیں جس کے بعد
پھر محتاجی نہ ہو، اور حضور میرے گناہوں کے طوقوں سے چھٹکارے
کا باعث ہو جائیں۔

میری غرض ان ابیات کے ذکر کرنے سے صرف اسی قدر ہے کہ آیۃ کریمہ واذکروا نعمۃ اللہ میں اگر نعمۃ اللہ سے حضور کی ذاتِ اقدس مُراد لی جائے تو بیجا نہیں اِس لئے کہ یہاں نعمت اللہ سے عام انعامِ الٰہیہ مُراد ہیں جس میں کسی کو بھی مقالِ دم زدن نہیں اور یہ بھی اپنے مقام پر ثابت کہ حضور تمام انعامِ الٰہیہ کا سرچشمہ ہیں۔ جس کو جو کچھ ملا اور ملتا ہے اور ملے گا سب میں حضور ہی واسطہ ہیں۔ چنانچہ

یعنی "اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔"
تو جن کا شمار میں آنا ہی ممکن نہیں ان کا ذکر کیسے کیا جا سکتا ہے ؟ ہاں اگر آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر لیا تو گویا آپ نے تمام ہی انعام الٰہیہ کا ذکر کر لیا۔

الغرض خواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مجموعۂ انعامِ الٰہیہ تصور کیا جائے یا صرف ایک ایسی نعمتِ عظیمہ جس سے اُونچے درجے کی کوئی نعمت نہیں بہرحال یہ ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف سب سے اُونچے درجے کی نعمت ہے۔

یہ جو کچھ عرض کیا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ کی ابیات سے متعلق تھا اس سے بھی زیادہ مصنف "دلائل الخیرات شریف" نے اپنی ابیات میں جہاں اسم "رحمۃ اللہ" سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا ہے وہاں آپ نے اسم "نعمۃ اللہ" سے بھی یاد کیا ہے وہ فرماتے ہیں :۔

یا رحمۃ اللہ انی خائف وجل
یا نعمۃ اللہ انی مفلس عانی

یعنی "اے اللہ کی رحمت ! بیشک میں ڈر رہا ہوں ، لرز رہا ہوں
اے خدا کی نعمت ! بے شبہ میں محتاج و عاجز ہوں"۔

آگے چل کر فرماتے ہیں :۔

ولیس فی عمل القی العلیم بہ
سوی محبتک العظمی وایمانی

یعنی "اور میرے پاس کوئی ایسا عمل نہیں جس کے بھروسہ پر خدائے علیم کی جناب میں حاضر ہوں سوائے آپ کی محبت عظیمہ اور اپنے ایمان کے"۔

فکن امانی من شر الحیات ومن
شر الممات ومن احراق جسمانی

پھر یہ دولت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آج ہی حاصل نہیں ہوئی بلکہ ازل سے حاصل ہے۔ جناب آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے قالب میں رُوح پہنچانے کے بعد ان کی پہلی نظر اسی محبُوب پاک کے اسم شریف پر ڈلوائی جاتی ہے کہ انہیں پہچان لو، ہمارے ساتھ اس ہمارے محبُوب پر بھی تمہیں ایمان لانا ہوگا اور اپنی اولاد کو اس کی وصیت کرنی ہوگی کہ ان کا ذکر ہمیشہ جاری رکھیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت شیث علیٰ نبینا وعلیہ السّلام کو اس کی وصیت کی۔ پھر ان کے بعد یکے بعد دیگرے وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مسیح کلمۃ اللہ حضرت عیسٰی علیٰ نبینا وعلیہ السلام " مبشرًا برسُول یاتی من بعدہ اسمہٗ احمدُ" کہتے ہُوئے تشریف فرما ہُوئے یعنی " اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف رسُول ہو کر آیا ہوں اس کی بشارت دیتا ہوا کہ میرے بعد وہ رسُول آنے والے ہیں جن کا اسمِ گرامی احمد ہے" ــــــ غرضیکہ وَ رَفعنا لکَ ذکرکَ کے جلوہ کا ظہور کچھ حضور کے مبعوث ہونے کے بعد ہی پر موقوف نہیں اس سے قبل بھی حضرات انبیاء علیہم التحیۃ والثناء حضور کے مناقب شریفہ کے ذکر سے رطب اللّسان رہے اور اپنی مجالس ومحافل کو حضور کی یاد و ذکر سے زینت دیتے رہے۔

علّامہ فاسی رحمہ اللہ تعالیٰ مطالع المرآت شرح دلائل الخیرات میں چند آیات توراۃ نقل فرماتے ہیں جن میں حق سُبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

یامُوسیٰ احمد فی اذا منتت علیک مع کلامی ایاک بالایمان باحمد ولولم تقبل الایمان باحمد ما جاورتنی فی داری ولا تنعمت فی جنتی یا موسٰی من لم یومن باحمد من جمیع المرسلین ولم یصدقہ ولم یشتق الیہ کانت حسناتہ مردودۃ علیہ ومنعتہ حفظ الحکمۃ ولا ادخل فی قلبہ نور الھُدی وامحواسمہ من النبوۃ یا مُوسٰی

چنانچہ اس عہدِ ربانی کے مطابق ہمیشہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقبِ جلیلہ و مناصبِ رفیعہ کی نشر و اشاعت کرتے رہے اور اپنی پاک و مبارک مجالس و محافل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد و مدح کرتے اور اپنی اُمتوں سے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد لیتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ پچھلا مژدہ دینے والا، کنواری بتول کا سُتھرا بیٹا مسیح کلیم اللہ علیہ صلوات اللہ "مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ" کہتا ہوا تشریف لایا۔ یہ آیۃ کریمہ کا ایک جز ہے، پُوری آیۃ کریمہ یُوں ہے:

وَاِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (الصّف : ۶)

یعنی "محبوب! ان اہلِ کتاب کو حضرت عیسیٰ ابنِ مریم کا قول تو یاد دلائیے جب انہوں نے بنی اسرائیل سے فرمایا تھا کہ اے بنی اسرائیل! میں خدا کی طرف سے بھیجا ہوا رسول آیا ہوں۔ یہ کتاب تورات جو مجھ سے پہلے نازل ہو چکی ہے اور میرے آگے ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں اور اس رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد تشریف لانے والا ہے اور جس کا نام نامی "احمد" ہے۔ پھر جب وہ جانا پہچانا ان کے پاس معجزاتِ باہر اور کھلی ہوئی نشانیوں کے ساتھ تشریف فرما ہوا تو ہوا یہ کہ کہنے لگے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے"۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کی یہ بشارت کوئی نئی نہ تھی۔ ہمیشہ اللہ تعالےٰ اس نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے بارے میں آدم اور اُنکے بعد انبیاء علیہم التحیۃ والثناء

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم
ماعرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکفرین ۝
(یعنی یہ یہود جو آج تمہارے مقابلے میں اڑے ہوئے ہیں انہی کا یہ حال
تھا کہ) تمہاری بعثت سے پہلے مشرکینِ عرب اور کفارِ مکہ پر تمہارے
وسیلے سے فتح طلب کرتے تھے (اور اس طرح ہم سے عرض کرتے تھے :)
اللّٰھم انصرنا بالنبی المبعوث فی اٰخر الزمان
الذی نجد نعتہ فی التورات ۔
الٰہی ہمیں فتح نصیب فرما اُس نبی کے صدقے میں جو آخر زمانے میں تشریف
فرمانے والے ہیں، جن کی صفت ہم تورات میں پاتے ہیں، لیکن جب وہ
جانا پہچانا تشریف فرما ہوا تو اس سے منکر ہو بیٹھے پس منکرین پر اللہ کی
لعنت ہے اور وہ اللہ کی رحمت اور جنت سے محروم ۔

(ب)

الغرض اس بیان سے آپ حضرات کے اذہان میں یہ بات تو بخوبی مرتکز ہو گئی
ہو گی کہ اس محبوب مرغوب کا ذکر اُس کے دُنیا میں تشریف لانے سے پہلے بھی ہر زمانے
میں ہوتا رہا ہے اور اُس کے تشریف لانے کی بشارتیں دی جاتی رہی ہیں۔ اس کے بعد
پھر خود اُن کا مولیٰ و علیٰ اُن کے تشریف لانے کا ذکر متعدد آیات میں فرماتا ہے۔ چنانچہ
فرماتا ہے :-

لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ
عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ (یونس : ۱۲۸)
یعنی بلاشبہ تمہیں میں سے تمہارے پاس ایک ایسا معزز رسول آ پہنچا
جس کو تمہارا تکلیف میں پڑنا شاق ہے، تمہاری ہدایت پر بڑا حریص ہے

"تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب ابنِ مریم تم میں اُتریں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔"

حاکم نے عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے :۔

اوحی اللہ تعالیٰ الیٰ عیسٰی ان اٰمن بمحمد و أمر من ادرك من امتك ان یؤمنوا به فلولا محمّد ما خلقت آدم ولا الجنّة ولا النّار۔

یعنی "اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی کہ عیسٰی، محمّد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا، اور تیری اُمّت میں سے جو لوگ اس کا زمانہ پائیں انہیں حکم فرما کہ اس پر ایمان لائیں۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا نہ جنّت و دوزخ کو۔"

ابو نعیم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سیّد المرسلین علیہ التحیۃ الیٰ یوم الدّین فرماتے ہیں :۔

اوحی اللہ تعالیٰ الیٰ بنی اسرائیل انه من لم یلقنی باحمد ادخلته النار الیٰ اٰخره۔

یعنی "اللہ تعالیٰ نے موسٰی علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل کو خبر دے دو کہ جو احمد کو نہ مانے گا اسے دوزخ میں داخل کروں گا۔"

عرض کیا "احمد کون ہے ؟" ــــ فرمایا کہ میں نے کسی مخلوق کو اُس سے زیادہ عزت والا اپنی بارگاہ میں نہ بنایا، میں نے آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے اُس کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا اور جب تک وہ اور اُس کی اُمت داخل نہ ہولے، جنّت کو اپنی تمام مخلوق پر حرام کیا۔"

عرض کیا، "اس کی اُمّت کون ہے ؟" ــــ فرمایا وہ بڑی حمد کرنیوالی ہے اور دُوسری صفاتِ جلیلہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائیں۔"

پھر اس کے قبیلے قبیلے کر دیئے تو مجھے بہترین قبیلے (یعنی قریش میں)
رکھا، پھر قریش کے گھرانے گھرانے کر دیئے تو مجھے بہتر گھرانے میں کیا،
(یعنی بنی ہاشم میں) پس میں آدمیوں میں سب سے بہتر ہوں ذات کے اعتبار
سے بھی اور گھرانے اور نسب کے اعتبار سے بھی۔

اور امام احمد نے عرباض بن ساریہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ :-

میں اللہ کے نزدیک ایسے وقت خاتم النبیین لکھا ہوا ہوں کہ آدم ابھی
آب و گل ہی میں تھے اور اب میں تمہیں میں اولی امر یعنی اپنی پیدائش
کے ابتدائی واقعات کی خبر دوں، وہ ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا
ہے یعنی وہ دعا جو انہوں نے کی تھی کہ ربنا وابعث فیھم رسولاً
منھم الآیہ، اور عیسٰی کی بشارت ہے (یعنی وہ خبر جو انہوں نے
دی تھی کہ ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہٗ احمد اور میری
والدہ کا خواب ہے (یعنی وہ خواب جس میں انہوں نے دیکھا تھا کہ
کوئی کہتا ہے کہ تیرے حمل میں انبیاء کے سردار ہیں) اور یقیناً میری
پیدائش کے وقت میری والدہ شریفہ سے ایک ایسا نور نکلا کہ ان کیلئے
اس نور سے شام کے محل نظر آنے لگے (یعنی حضرت آمنہ نے اپنے مقام
سے ملک شام کے محل ملاحظہ فرمائے، بعض روایات میں آیا ہے کہ
حضرت آمنہ نے فرمایا کہ اس وقت مشرق سے مغرب تک تمام زمین روشن
ہو گئی تھی۔)

مجھے یہاں وہ عجائبات بیان کرنا مقصود نہیں جو اس وقت ظہور میں آئے کہ اُن کی
فہرست تو بہت بڑی ہے جن کا ذکر احادیث میں آیا ہے، صرف یہ بتلانا ہے کہ حضور نے خود

اور صحابہ کرام اور دُوسرے حضرات نے بارہا حضور کے فضائل اور حضور کی پیدائش کے وقت کے واقعات ذکر کیے ہیں پس مُسلمانوں کے لیے اس کا ذکر کرنا یقیناً حتماً جزماً مستحب ہے۔ اس کو ہرگز ہرگز بدعت نہیں کہا جا سکتا، ہاں بعض کو یہ شُبہ واقع ہوتا ہے کہ حضور کا یا صحابہ کا اس ذکر کے لیے مجالس منعقد کرنا ثابت نہیں اور جو شے حضُور سے یا صحابہ سے ثابت نہیں اس کا اختیار کرنا اور اس کا رواج دینا بدعت ہے۔ تو میرے عزیزو! یہ صحیح نہیں کہ حضور کے کے بعد جو شے بھی نکلی وہ بدعت ہے۔ اگر یہ قول صحیح ہو تو ہزارہا وہ چیزیں جو آج نہ صرف جائز اور مُباح قرار دی جاتی ہیں بلکہ ان کو دین کا اور ثواب کا کام سمجھا جاتا ہے (بدعات میں شمار ہوں گی)، میں ان چیزوں کو کہاں تک گنوا سکوں گا، نمونتہً دو چار ہی عرض کروں گا۔

صحابہ کرام کے زمانے میں قرآن کے حروف پر نہ سکنات تھے نہ حرکات، بعد میں زیر، زبر، پیش لگائے گئے اور اس کے تیس پارے مکمل کیے گئے اور اس کو ضروری قرار دیا گیا، پھر ہر پارہ کے ربع اور نصف اور ثلث ربع مقرر کیے گئے۔ دس دس آیتوں کا حساب لگا کر عُشر مقرر کیا گیا، جس کا رواج عرب میں ہے۔ قرآن کریم میں رکوع بنائے، یہ تمام امور صحابہ کرام کے بعد کی پیدائش ہیں لیکن اس کو کوئی بدعت نہیں کہتا۔

پھر یہ امور تو وہ تھے جس میں صحابہ کرام کی طرف سے سکوت پایا جاتا ہے بعض ایسے امور جن کی ممانعت ثابت ہے باقتضائے زمانہ فقہائے نے ان کو جائز رکھا، چنانچہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

مَا امرت بتشييب المساجد قال ابن عباس لتزخرفتها كما زخرفت اليهود۔

یعنی مجھے حکم نہیں دیا گیا مساجد کے بُلند بنانے کا اور اُس کی تزئین کرنے کا، حضرت ابنِ عباس نے فرمایا (اس کا مطلب یہ ہے) کہ ایسا نہ ہو جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنی عبادت گاہوں کو نقوشِ زریں (اور دیگر تکلفات)

سے سجایا تم بھی اسی طرح مساجد کو سجاؤ۔
اب ملاحظہ فرمائیں کہ اس حدیث سے تزئینِ مساجد کی ممانعت مترشّح ہے لیکن پھر بھی فقہاء نے اس کا لحاظ کرتے ہُوئے کہ لوگ اپنے مکانات کو بُلند بُلند اور نہایت مزیّن کر رہے ہیں اگر اس وقت مساجد کی زینت نہ کی جائے تو اللہ کے گھر کی تحقیر لازم آئے گی پس آیۂ کریمہ:

ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب۔ (الحج: ۳۲)

اور جو کوئی دینِ خداوندی کی ان یادگاروں کا ادب رکھے گا سو وہ دل کی پرہیزگاری کی بات ہے۔

پر نظر رکھتے ہوئے اس کی اجازت دی اور فرمایا کہ مسجد کو چونے اور ساج کی لکڑی اور سونے کے پانی کے ساتھ منقش کرنے میں کچھ حرج نہیں (كذا في الهدايه)۔ بلکہ شامی میں لکھا ہے کہ بعض کا قول ہے کہ مسجد کو زینت دینا مستحب ہے کہ اس میں مسجد کی تعظیم ہے۔ اسی طرح بے شمار وہ کام ہیں جو آج ثواب کا کام سمجھے جاتے ہیں لیکن ان کا صحابہ کے زمانے میں وجود نہ تھا، جن کی تفصیل نہایت درجہ متعذر ہے۔

اب آپ حیران ہوں گے کہ یہ بات تو ظاہر ہے کہ جس بات کا حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وجُود نہ تھا وہ یقیناً بدعت ہے اور بدعت کے متعلق ارشاد ہے:

كل بدعة ضلالة و كل ضلالة في النار۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شے بھی حضورؐ کے بعد نکلی وہ بدعت اور گمراہی ہے لہٰذا جن امور کا تو نے ذکر کیا ہے وہ یقیناً بدعت و گمراہی ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ فقہاء اُن کو مستحب بلکہ بعض کو ضروری اور واجب بتلا رہے ہیں؟ تو عرض یہ ہے کہ تحیّر آپ کو اس وجہ سے پیدا ہوا کہ آپ نے بدعت کے معنی لغوی کے لئے، حالانکہ یہ شرعی اصطلاح ہے تو شارع علیہ السّلام سے اس کے معنی دریافت کرنے چاہئیں پس جب اس طرف متوجہ ہوتے ہیں تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد ملتا ہے:

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد۔
یعنی جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی ایسی شئے نکالے جو دین سے
تعلق نہیں رکھتی وہ مردُود ہے۔

اس حدیث کے پہلے حصے سے معلوم ہوا کہ امورِ دینیہ میں جو شئے نکالی جائے شرعًا وہ بدعت ہوتی ہے اور پچھلے حصے سے یہ معلوم ہوا کہ ایسی بدعات میں بھی وہ بدعت مردُود ہوتی ہے جس کی اصل دین میں نہ پائی جاتی ہو اور وہ دین کے مخالف ہو اور اسی کو بدعتِ سئیہ کہتے ہیں۔ پھر ایسی بِدعت کی نشانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کی جاتی ہے تو حضور کا یہ ارشاد پاتے ہیں کہ :۔

ما احدث قوم بدعۃ الا رفع مثلھا من السنۃ۔
یعنی کوئی قوم بدعت ایجاد نہیں کرتی لیکن اس کے مثل سنّت بر جاتی ہے۔

پھر اس بدعت یعنی بدعتِ سئیہ کے مقابل جو بدعات ہیں، جن کو بدعاتِ حسنہ کہتے ہیں ان کا حکم دریافت کیا جاتا ہے تو اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ :۔

من سن فی الاسلام سُنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا
من بعدہ من غیر ان ینقص من اجورھم شئ۔
یعنی جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے گا اُس کو اُس کا ثواب ملیگا
اور ان کو بھی جو اِس پر عمل کریں گے بغیر اِس کے کہ اُن کے ثواب سے
کچھ کمی ہو۔

اِن احادیث کا خلاصہ یہ ہوا کہ جو بِدعت دین کے مخالف ہو اور اس میں ضُعف پیدا کرنے والی ہو وہ بدعتِ سئیہ ہے اور جو دین کے موافق اور ماموراتِ ومنہیاتِ شرعیہ میں کسی شئے کو قوت دینے والی اور اس کی تائید کرنے والی ہو وہ بدعتِ حسنہ ہے، پھر ظاہر ہے کہ ضُعف وہ قوت میں بھی کمی اور زیادتی کا فرق ہوتا ہے اس لئے بدعتِ سئیہ

اگر کسی ایسی شے کی مخالفت کر رہی ہے جو ہم پر فرض یا واجب ہے تو ایسی بدعت، بدعتِ محرمہ ہوگی اور اگر ایسی شے کی مخالفت کرتی ہوگی جو سُنّت یا مستحب ہے، تو وہ بدعتِ مکروہہ ہوگی۔ اسی طرح بدعتِ حسنہ اگر ایسی شئے کو تقویت دینے والی اور اس کو پُورا کرنے والی ہے جو ہم پر فرض یا واجب ہے تو ایسی بدعت، بدعتِ واجبہ ہوگی۔ اور سُنّت یا مستحب کے موافق اور اس کو پورا کرنے والی ہوگی تو وہ بدعتِ مستحبہ ہے اور اگر کوئی بدعت ایسی ہے کہ وہ مامورات و منہیات میں سے نہ کسی کی مخالفت کرتی ہے نہ موافقت تو وہ بدعتِ مباحہ ہے۔ بدعت کی انہیں پانچ اقسام کو فقہا اپنی تحریرات میں بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام، کتاب القواعد میں فرماتے ہیں:۔

البدعة اما واجبة لتدوين اصول الفقه والكلام فى الجرح والتعديل و اما محرمة كمذهب الجبريه و القدريه و اما مندوبة كاحداث المدارس و كل احسان لم يكن فى العهد الاول و اما مكروهة كزخرفة المساجد يعنى عند الشافعى واما عند الحنفيه فمباح واما مباحة كالتوسع فى لذيذ الماكل والمشارب۔

یعنی بدعت یا تو واجب ہوتی ہے جیسے قواعد فقہ کی تالیف اور ان کی کتابوں کی تالیف جن میں راویوں کے حالات پر بحث کی جاتی ہے کہ وہ عادل ہیں یا غیر عادل، یا محرمہ ہوتی ہے جیسے جبریہ اور قدریہ مذہب، یا مندوبہ اور مستحبہ ہوتی ہے جیسے مدرسوں کا قائم کرنا اور ہر اُس نیک بات کا قائم کرنا جو حضور کے زمانے میں نہ تھی۔ یا مکروہہ ہوتی ہے جیسے شافعیہ کے نزدیک مساجد کو زینت دینا لیکن حنفیہ کے

نزدیک یہ بدعت مباحہ ہے، یا مباحہ ہوتی ہے، جیسے لذیذ کھانے پینے کی چیزوں میں توسع۔

شامی اور اشعۃ اللمعات وغیرہما میں بھی بدعات کی اسی طرح تقسیم کی ہے، طوالت کی وجہ سے میں ان کتابوں کی عبارتیں نقل نہ کرسکا۔ نیز اس لئے کہ حق شناس حضرات کے لئے تو ایک ہی عبارت کافی ہے۔

(ج)

اب جب آپ حضرات کے یہ ذہن نشین ہوچکا کہ بدعات پانچ قسم کی ہیں:
بدعتِ واجبہ، بدعتِ مستحبہ، بدعتِ محرمہ، بدعتِ مکروہہ، بدعتِ مباحہ
تو اب آپ اس مجلس کے متعلق غور فرمائیں کہ ان بدعات میں سے یہ کس بدعت کے افراد میں داخل ہے؛ تو ظاہر ہے کہ اوامر و نواہی سے یہ کسی کا مقابلہ نہیں کررہی تو کم از کم یہ مجلس بدعتِ مباحہ تو یقینی ہے جس کے حکم کا مدار نیت پر ہے۔ اگر کچھ نیت نہ ہو تو باعثِ ثواب ہے نہ موجبِ عتاب اور اچھی نیت سے کیا جائے تو باعثِ ثواب اور بُری نیت سے کیا جائے تو باعثِ گرفت لیکن نہیں مجھے کہنے دیجئے کہ یہ بدعتِ مستحبہ ہے جس کا فاعل مستحق ثواب ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ثابت کیا جاچکا کہ یہ ذکر سُنتِ ہے خود حضور کی، دوسرے انبیاء کی، صحابہ کی اور دوسرے صلحاء کی ——— اور یہ مجلس اسی سُنت کی تکمیل کررہی ہے اور جو شے فعل سُنت کی تکمیل کا باعث ہو وہ سُنتِ مستحبہ ہوتی ہے تو ضرور یہ مجلس بدعتِ مستحبہ ہوئی۔ اب جب یہ ثابت ہوگیا کہ بدعت کے اقسام پنجگانہ میں سے یہ مجلس بدعتِ مستحبہ ہے تو اس کے خلاف کا اعتقاد رکھنے والا اور اس کو بدعتِ سئیہ، محرمہ یا مکروہہ کا اعتقاد رکھنے والا بدعتی قرار پائے گا۔ اس لئے کہ بدعتی اسی کو کہتے ہیں جو کسی شے پر احکامِ شرعیہ سے جو حکم ثابت ہو اس کے خلاف کا اعتقاد رکھتا ہو چنانچہ درمختار میں ہے:۔

وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبہة۔

یعنی بدعت اس حکم کے خلاف کا اعتقاد کرنا ہے جو کسی شے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جب کہ کسی شبہ کی بنا پر ہو عناد کی بنا پر نہ ہو کہ عناد کی بنا پر تو ایسا اعتقاد کفر ہے۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ جو لوگ اس فعلِ مستحب کو بدعت کہتے ہیں حقیقت میں وہی بدعتی ہیں۔ ایسے لوگوں کو اس بُرے اعتقاد سے توبہ کرنا چاہیئے قطع نظر اس کے ایسا خیال بدعت ہے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کی اذیت کا بھی باعث ہے خصوصاً اُن بڑے بڑے محدثین اور جلیل القدر علمائے عظام کی ارواحِ طیبہ کی اذیت کا موجب ہے جن کے مقابل اِس زمانے کا بڑے سے بڑا عالم بھی طفلِ مکتب کی حیثیت رکھتا ہے۔

بتلانا یہ ہے کہ عرس اور مولود شریف کا ایسا مسئلہ نہیں جو اس زمانے کی پیداوار ہو بلکہ تقریباً آٹھ سو سال سے متقدمین مولود شریف کے جواز اور استحباب پر متفق ہیں تو اس کو بدعت و حرام کہنا اُن ہزارہا جلیل القدر حضرات پر طعن کرنا ہے جو گناہِ عظیم ہے، اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو اس گناہ سے محفوظ رکھے!

رہا یہ خدشہ کہ جب حضور اور صحابہ کے زمانے میں ایسی مجالس نہیں ہوتی تھیں تو پھر ایسی مجالس کی ترویج کیوں کی گئی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے افعال کے لئے ضرورتیں مجبور کرتی ہیں۔ جس طرح قرآن کی عبارات پر اعراب نہ تھے جب یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ عجمی لوگ اسے کیسے پڑھ سکیں گے، تو اعراب لگائے گئے۔ احادیث نہ لکھی جاتی تھیں بلکہ لکھنے کی ممانعت تھی لیکن جب یہ دیکھا کہ اب لوگوں کے حافظے ضعیف ہو گئے ہیں تو احادیث لکھی گئیں۔ اسی طرح بکثرت ایسی چیزیں پائیں گے جن کا وجود قرنِ اوّل میں نہ تھا بعد میں بضرورت نکالی گئیں۔ یہی اس کا حال سمجھئے کہ پچھلے زمانے میں شوق تھا

اور وہ علماء کی مجالس میں جاکر حضور کے فضائل و مناقب اور آپ کی ولادت کے واقعات سُن کر اپنے ایمان کو تازہ کرتے اور آپ کے ساتھ محبت کو ترقی دیتے تھے جو مولیٰ تعالیٰ کو مطلوب تھا لیکن جب دیکھا کہ مُسلمانوں کے اس شوق میں کمی آگئی، حالانکہ اس کی سخت ضرورت ہے تو اس کو دیکھتے ہُوئے سب سے پہلے اس کارِ خیر کی ابتدا شہر موصل میں حضرت عمر بن محمد رضی اللہ عنہ نے جو اکابرین صلحاء سے تھے، کی جیسا کہ ابو شامہ نے لکھا ہے اس کے بعد بادشاہوں میں سے اول بادشاہ ابو سعید مظفر نے مولود شریف تخصیص و تعیین کے ساتھ اس شان کے ساتھ کیا کہ اکابرین علماء و صُوفیا کرام اس محفل میں بلا نکیر شریک ہوتے تھے تو گویا تمام اکابرین کا جواز و استحباب پر اتفاق ہو گیا تھا۔ یہ بادشاہ ہر سال ربیع الاول شریف میں تین لاکھ اشرفیاں لگا کر یہ محفل کیا کرتا تھا۔ اس کے زمانے میں ایک عالم حافظ ابو الخطاب بن دحیہ تھے جس کے علم کی علامہ زرقانی وغیرہ نے اپنی تصانیف میں بڑی تعریف کی ہے انہوں نے سُلطان ابو سعید کے لئے بیان مولود شریف میں ایک کتاب مسمّی بہ "کتاب التنویر فی مولد سراج المنیر" تصنیف کی جس کو خود ہی سُلطان کے سامنے پڑھا سلطان بہت خوش ہوا اور آپ کو ایک ہزار اشرفی انعام میں دی۔ اس کے بعد تو دُنیا کے تمام اطراف و بلاد میں ماہ ربیع الاول میں مولود شریف کی محفلیں ہونے لگیں جس کی برکت سے مولائے کریم کا فضلِ عمیم ظاہر ہونے لگا۔ چنانچہ ملّا علی قاری اور علامہ حلبی اور قسطلانی رحمہم اللہ تعالےٰ وغیرہ نقل فرماتے ہیں:۔

ثم لا زال اهل الاسلام فی سائر الاقطار والمدن الكبار
يحتفلون فی شهر مولده ويعنون بقرأة مولد الكريم
ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم۔

اس عبارت کا وہی مطلب ہے جو میں نے عرض کیا۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ماثبت من السنۃ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ابولہب نے اپنی لونڈی ثویبہ کو اس صلے میں آزاد کر دیا تھا کہ اس نے اُس کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کی خبر دی تھی تو ابولہب کے مرنے کے بعد کسی نے اس کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ "کہو کیا حال ہے؟" بولا "آگ میں ہوں۔ البتہ اتنا کرم ہے کہ ہر پیر کی رات مجھ پر تخفیف کر دی جاتی ہے اور اشارہ سے بتلایا کہ اپنی دو انگلیوں سے پانی چُوس لیتا ہوں اور یہ مجھ پر یُوں عنایت ہے کہ مجھے ثویبہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خبر دی تھی تو اس بشارت کی خوشی میں مَیں نے دو انگلیوں کے اشارے سے اسے آزاد کر دیا تھا اور اس نے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دُودھ پلایا تھا۔"

پھر شاہ صاحب آگے فرماتے ہیں کہ :۔

اس پر علاّمہ ابن الجزری فرماتے ہیں کہ جب ابولہب جیسے کافر کا (جس کی مذمت میں قرآنِ کریم نازل ہوا) یہ حال ہے کہ اُس کو حضور کی پیدائش کی رات خوش ہونے پر دوزخ میں بھی بدلہ دیا جا رہا ہے، تو حضور کی اُمّت میں سے اُن لوگوں کے حال کا کیا پوچھنا جو حضور کی پیدائش کے بیان سے خوش ہوتے ہیں اور جس قدر بھی مقدور ہوتا ہے ان کی محبت میں خرچ کرتے ہیں۔ مجھے اپنی جوانی کی قسم کہ اُن کی جزا خدائے کریم کی طرف سے یہی ہوگی کہ اُن کو اپنے فضلِ عمیم سے جنّاتِ نعیم میں داخل فرمائے گا۔

پھر فرماتے ہیں :۔

وممّا جرب من خواصه انهٗ امان فی ذٰلك العام وبشریٰ عاجل بنیل البغیة والمرام فرحم الله امرا اتخذ لیالی شھر

مولده المبارك اعياداً ليكون اشد علة على من في قلبه مرض وعناد۔

یعنی مولود شریف کی خاصیتوں میں ایک مجرب خاصیت یہ ہے کہ وہ اس سال امان کا باعث ہوتا ہے اور حاجت و مقصود برآری کے لئے بشارتِ عاجلہ ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمت کاملہ نازل فرمائے جو مولد مبارک کے مہینے کی راتوں کو عیدیں منائے نہ کہ جس کے قلب میں مرض وعناد ہے اس کے لئے سخت علت ہے۔

شاہ صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے وقت میں بھی اس محفل شریف کو کوئی بدعت کہنے والا ہوگا جس کے لئے ایسے سخت کلمات کا استعمال فرمایا۔ ہاں بعض محققین نے بھی اس کا رد کیا ہے مگر نہ نفسِ مولود شریف کا بلکہ اُن لغویات کا جو خواہشاتِ نفس کے بندوں نے اِس پاک محفل میں شامل کرکے اِس کی صورت ہی مسخ کردی تھی اور آلاتِ لہو کو شامل کرکے اِس کو کھیل تماشا بنالیا تھا سو اس کا رد کرنا محققین پر لازم تھا۔[1] اسے کون جائز رکھ سکتا ہے؟ جن حضرات نے ایسی چیزوں کا رد کیا ہے وہ ضرور

---

[1] حضرت علیہ الرحمہ کے جدِ امجد حضرت مولانا محمد مسعود شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۹ھ) نے اسی قسم کی محافلِ میلاد کے خلاف فتویٰ دیا ہے چنانچہ جہلاء میں مروجہ محفلِ میلاد کے بارے میں فتاویٰ رشیدیہ میں ایک فتویٰ ہے جس پر حضرت مولانائے ممدوح تصدیق و دستخط ثبت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

جواب صحیح ہے اور یہ مولود مروجہ بدعت ہے، چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اپنے مکتوبات میں ارقام فرماتے ہیں عبارت ہٰکذا :

اگر فرضاً حضرت ایشاں دریں آواں در دنیا زندہ بودے وایں مجلس واجتماع کہ منعقد می شد آیا ایں امر راضی می شدند وایں اجتماع را می پسندیدند یا نہ؟ یقین فقیر آن است کہ ہرگز ایں معنی را تجویز نمی فرمودند بلکہ انکار می نمودند، مقصود فقیر اعلام بود، قبول کنید یا نہ کنید فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ کراچی، ص ۱۳۴)

قابلِ تحسین اور مستحق داد ہیں جیسے ابنِ حاج وغیرہ۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اسی ماثبت من السنۃ میں تحریر فرماتے ہیں :۔

ولقد اطنب ابن الحاج فی المدخل فی الانکار علی ما احدثہ الناس من البدع والاھواء والغنا بالآلات المحرمۃ عند عمل المولد الشریف فان اللہ تعالیٰ یثیبہ علی قصد الجمیل ویسلک بنا سبیل السنۃ فانہ حسبنا ونعم الوکیل۔

یعنی اور بے شک ابنِ حاج نے مدخل میں ان باتوں پر سخت انکار کیا ہے جو لوگوں نے مولود شریف میں بدعات اور ہوا و ہوس کی چیزیں اور آلاتِ محرمہ کے ساتھ گانا بجانا شامل کر رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ اُن کو اُن کے اس نیک مقصد میں ثواب عطا فرمائے اور ہم کو سنت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے کہ ہمارے لئے کافی اور اچھا وکیل ہے۔

حضرت شاہ صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بعد میں لوگوں نے اس مجلس کو تاشے باجے، ڈھول سارنگی کے ساتھ شروع کر دیا تھا تو ایسی مجلس کا رد کرنا تو ضروری تھا اور یقیناً ایسی مجلس بدعت تھی لیکن ایسی مجلس سے ہماری مجلس کو کیا واسطہ ؟ پس اس کو کیسے بدعت کہا جا سکتا ہے ؟ جس کو آٹھ سو سال سے تمام بزرگانِ دین کرتے چلے آئے ہیں جن کا شمار میں آنا متعذر ہے۔ میں پچھلے حضرات میں بعض اکابرین کے نام نذرِ گزراتا لیکن عوام چونکہ اُن کی جلالتِ شان سے واقف نہیں تو اُن کا ذکر کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ اس لئے میں دہلی والوں کے لئے صرف دہلی کے انہیں علماء کا ذکر کروں گا جو اس صدی میں گزرے ہیں اور دہلی والے ان کو جانتے ہیں :

۱۔ حضرت شاہ ابوالخیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کا تو تمام خاندان ہی مجلسِ میلاد کا حامی رہا ہے بلکہ ان کے جدِ امجد حضرت شاہ احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنے وقت کے

قُطب تھے مانعین کا ردّ تحریر فرمایا ہے اور حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو مانعین کے اُستاد اور اُستاذالاساتذہ تھے۔

۲۔ حضرت شاہ کریم اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے صاحبزادے مفتی محمد یعقوب صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ۔

۳۔ حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب اور ان کے صاحبزادے مولینا عبدالرشید صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ۔

۴۔ حضرت مولینا کرامت اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

۵۔ حضرت شاہ محمد عمر صاحب المعروف بہ اخوند صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

۶۔ صاحبِ تفسیر حقانی حضرت مولانا عبدالحق صاحب حقانی رحمۃ اللہ علیہ۔

ان حضرات کو تو گزرے ہوئے قریب ہی زمانہ گزرا ہے جن کو اہلِ دہلی خوب جانتے ہیں اور ان سے پہلے بزرگوں میں سے (۱) حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۲) حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۳) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۴) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ — کو بھی نہ صرف دہلی والے بلکہ دُنیائے اسلام خوب جانتی ہے۔ اِن کے علاوہ حضرت شاہ امداد اللہ اور حضرت شاہ رحمۃ اللہ مہاجر مکی رحمہما اللہ تعالیٰ سے بھی لوگ خوب واقف ہیں اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی تو مانعین کے پیر اور پیرانِ پیر ہی ہیں، یہ سب حضرات (رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین) مولود شریف کے قائل اور اس پر عامل تھے تو کیا یہ سب ہی معاذ اللہ بدعتی دوزخی قرار دیئے جائیں گے؟ اور کیا اس میں اپنے اُستادوں اور پیروں کا لحاظ بھی نہ فرمائیں گے؟ — انسان کو منہ سے کوئی بات نکالنی چاہیئے تو سوچ سمجھ کر نکالنی چاہیئے۔ مولود شریف کو بدعت کہہ کر خیال تو فرمائیں آپ نے کیسے کیسے اکابر کو بدعتی جہنمی کہہ ڈالا۔

خیر یہاں تک تو آپ کا یہ قول فسق ہی تھا۔ مجھے تو آپ کا یہ قول اس سے بھی

زیادہ موجب قباحت نظر آتا ہے اس لئے کہ یہ مجلس سرکارِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھتی ہے اور جو شے حضور سے نسبت رکھتی ہے اُس کی توہین اِس جہت سے کرنا کہ وہ حضور سے نسبت رکھتی ہے کفر ہے۔ اس لئے میری باادب مسلمانوں کی خدمت میں عرض ہے کہ خدا کے لئے اس مجلس کو بدعت کہنے سے باز رہیں کہ اس میں آخرت کے نقصان کا خوف ہے۔ لاکھوں کروڑوں صالحین کو بدعتی کہہ کر ایک فعلِ حرام کے مرتکب ہوتے ہیں کہ یہ شئے ان حضرات کی ارواحِ طیبہ کی ایذا کا باعث ہے جو بنصِ قطعی حرام ہے۔ دُوسروں کی اگر پرواہ نہیں تو کم از کم اپنے اساتذۂ کرام اور پیرانِ عظام کا تو خیال فرمالیا کریں۔ جب آپ مولد شریف کے فاعلین کو بدعتی بلکہ مشرک جہنمی کہتے ہوں گے تو حاجی امداد اللہ و حضرت شاہ عبدالغنی رحمہا اللہ جیسے حضرات کی ارواحِ طیبہ پر کیا گزرتی ہوگی جو اس مجلسِ مولد شریف کو باعثِ حسنات اور موجب برکات اعتقاد رکھنے کے ساتھ ساتھ فرماتے کہ :

> "مجھے اس کا عین الیقین ہے کہ اس مجلس مُبارک میں فیوض و انوار اور برکات و رحمت کا نزول ہوتا ہے"۔

اگر آپ خود ایسی مجلس کا انعقاد نہ کریں، شوق سے نہ کریں کہ یہ ایک مستحب فعل ہے کوئی کرے یا نہ کرے مختار ہے، کسی کو اِس پر طعن و تشنیع کی مجال نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ اس کی برکات سے محروم رہے گا۔ لیکن اگر کوئی اس کو بدعت کہے گا تو یاد رہے کہ حقیقت میں بدعتی وہی ہوگا کہ بدعت خلافِ شریعت اعتقاد کو کہتے ہیں خواہ ناجائز کو جائز اعتقاد کرے یا جائز کو ناجائز۔

(۵)

ہاں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس مجلس کے آخر قیام کیا جاتا ہے اور قیام عبادت ہے۔ پس غیر اللہ کے لئے قیام کرنا شرک ہے۔ تو عزیز دا! یہ خیال بھی غلط ہے کہ قیام مطلقاً عبادت

ہے اگرچہ نماز کے علاوہ ہو، چناں چہ غنیہ المتملی میں ہے :۔

وَالقیام لم یشرع عبادۃ وحدہٗ۔

جو شے بھی مستحق تعظیم ہو اس کے لئے کھڑے ہونے میں مضائقہ نہیں۔

چنانچہ کبیری میں ہے :۔

ولا یکرہ قیام القاری للقادم تعظیماً اذا کان مستحقا للتعظیم۔

یعنی آنے والے کسی معظم شخص کے لئے قرآنِ کریم تلاوت کرنے والے کو کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔

تو جب قرآن کریم پڑھنے والے کے لئے کسی کے واسطے کھڑا ہونا بھی مکروہ نہیں، تو قرآن کریم تلاوت نہ کر رہا اس کا کسی کے لئے قیام کرنا کیوں شرک ہوگا؟ اب رہا یہ کہ یہ قیام کیوں کیا جاتا ہے ؟ تو علماء نے اپنے اپنے ذوق کے اعتبار سے اس کے مختلف جواب دیئے ہیں، اس لئے یہ عاجز بھی اپنے ذوق کے موافق اس کے دو جواب عرض کرتا ہے۔

ایک تو یہ کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے :۔

واتبع سبیل من اناب الیّ (لقمٰن : ۱۵)

یعنی اس راستے کی پیروی کرو جو میری طرف رجوع کرتا ہے۔

اور میرے نزدیک حضرت حاجی امداد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے حضرات یقیناً منیبین الیٰ سے تھے نیز حدیث میں سرکارِ عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ارشاد گرامی ہے :۔

اتبعوا السواد الاعظم (بڑی جماعت کی پیروی کرو۔)

نیز فرمایا :۔

اذا رأیتم اختلافا فعلیکم بالسواد الاعظم۔

جس وقت تم اختلاف دیکھو تو لازم پکڑو بڑی جماعت کی پیروی کو۔

اور یہ اُوپر بتایا جا چکا ہے کہ بڑی جماعت تو درکنار ابتداء میں اس کے استحسان پر تمام

ہی علماء متفق تھے، کوئی بھی اس کا مخالف نہ تھا۔ ہاں اس کے پچاس سال بعد ایک عالم ناگہانی مغربی نے اس سے اختلاف کیا۔ اِس کے بعد اس کی پیروی بعض علماء نے کی لیکن ہمیشہ مخالفین کی جماعت قلیل رہی۔ چنانچہ اِس زمانے میں بھی مخالفین قلیل ہیں سوائے ہندوستان کے دُوسرے ممالک اسلام میں اس کا مخالف نظر نہیں آتا چنانچہ حضرت نور المشائخ کابلی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ مولانا فضل عثمان شاہ صاحب[1] دہلی میں تشریف فرما ہوئے تھے، اُن سے اِس کا ذکر آیا تو فرمایا کہ ہمارے ہاں (افغانستان میں) ایک فرد بھی ایسا نہیں جو اس کا مخالف ہو، گھر گھر میں مولد شریف مع قیام ہوتے ہیں اور دُنبے ذبح کئے جاتے ہیں۔ لذیذ کھانے کھلا کر اِس کا ثواب سرکار اقدس کی جناب میں نذر کیا جاتا ہے۔ یُوں ہی حضرت زید صاحب[2] سلمہٗ فرماتے تھے کہ مصر میں اس

---

[1] حضرت نور المشائخ المعروف بہ مُلّا شور بازار رحمۃ اللہ علیہ افغانستان کے مشہور و معروف صوفیہ میں سے تھے۔ حضرت مصنف علیہ الرحمہ سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ کابل میں آپ کی خانقاہ شریف مرجع خاص و عام ہے۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد سے تھے۔ شاہ ظاہر شاہ آپ کے عقیدت مندوں اور مریدوں میں تھا۔ آپ نے کابل ہی میں وصال فرمایا۔ صدر المشائخ حضرت مولینا فضل عثمان صاحب مجددی فاروقی آپ ہی کے بڑے صاحبزادے ہیں اور عالم اور صُوفی ہیں۔ ایک عرصے سے لاہور میں مقیم ہیں۔ حضرت مصنف علیہ الرحمہ سے بڑی محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔ راقم پر بھی مہربان ہیں —— آپ کے اور آپ کے والد ماجد علیہ الرحمہ کے تفصیلی حالات کے لئے راقم کی تالیف تذکرۂ مظہر مسعود، جلد دوم، مطبوعہ کراچی مطالعہ کی جائے۔ مسعود

[2] حضرت زید ابو الحسن، دہلی کے مشہور و معروف بزرگ حضرت شاہ ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ ۲۵ ر رمضان ۱۳۲۴ھ میں دہلی میں ولادت ہوئی۔ جامعہ ازہر (مصر) سے فارغ التحصیل ہیں۔ آپ بھی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد سے ہیں۔ حضرت مصنف علیہ الرحمہ سے

(باقی اگلے صفحہ پر)

کا عام رواج ہے۔ بغرض ایک جواب تو یہ ہے کہ جس میں اصلاً کسی کو کلام کی گنجائش نہیں

دُوسرا جواب یہ ہے کہ جلسے کے اختتام پر سرکارِ اقدس کی توجّہ تام زیادہ مظنون ہے۔ اس لئے اُن کے غلام اُن کی جناب میں اس وقت خصوصیت کے ساتھ خشوع و خضوع کے ساتھ بادب سلام پیش کرنا مناسب خیال کرتے ہیں۔ اس لئے کہ جب حضور کے فضائلِ جلیلہ اور مناقبِ رفیعہ مسلمان سُنتے ہیں تو اُن کی محبت حضور کے ساتھ ترقی کر کے شوق کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔ خصوصاً جب کہ حضور کے جلوہ افروز ہونے کے حالات سنتے ہیں تو اس وقت کے حالات کا سماں ان کی خیال کی نظروں کے سامنے آجاتا ہے اور اس کے ساتھ حضور کی توجہ خاص کی ضیا پاشیاں اپنے قلب میں محسوس کرنے لگتے ہیں۔ اور یاد آجاتا ہے کہ یہی وہ نعمتِ غیر مترقبہ ہے جس کا حق تعالیٰ نے ہم پر احسان رکھا ہے کہ ارشاد فرماتا ہے :۔

پچھلے صفحہ سے آگے

آپ کو بے پناہ اُنسیت و محبت تھی اور راقم پر بھی بہت ہی مہربان ہیں۔ آپ دہلی میں خانقاہ حضرت شاہ ابوالخیر میں رونق بخش مسندِ ارشاد ہیں۔ آپ کی متعدد تصانیف منظرِ عام پر آچکی ہیں اور بعض تصانیف ابھی قلمی صُورت میں ہیں۔ چند تصانیف یہ ہیں :۔

(۱) الخیر المزید فی اعراب الآیۃ وکلمۃ التوحید (قلمی) (۲) القول السنی فی الذب عن الشیخ عبد الغنی (قلمی) (۳) الحجۃ فی مسئلۃ اللحیۃ والقبضۃ (قلمی) (۴) الاسانید العالیۃ والشھادۃ السامیۃ (قلمی) (۵) سوانح حضرۃ شاہ ابوالخیر (قلمی) (۶) خیر البیان فی مولد سید الانس والجان (مطبوعہ) (۷) خیر المولد فی احتفال المولد (مطبوعہ) (۸) خیر المقال فی رویۃ الھلال (مطبوعہ) (۹) ماذا قال الائمۃ فی ابن تیمیہ (مطبوعہ) (۱۰) بزم خیر از زید در جواب جمشید (مطبوعہ) (۱۱) مسئلہ ضبطِ ولادت (مطبوعہ) (۱۲) لآلی منظوم (مطبوعہ) (۱۳) تقویم خیری وغیرہ وغیرہ۔ مسعود

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا۔

یعنی بلاشبہ یقیناً حق تعالیٰ نے احسان کیا کہ ان میں اپنا ایک معظم رسول بھیجا۔

غرض اس احسان کی یاد اور حضور کی محبت میں ذوق و شوق کا اُبھرنا اور اس وقتِ خاص کا تصور اور اس وقت میں حضور کی توجہ خاص کے مبذول ہونے کا خیال، ان سب کا مجموعہ کچھ ایسا ہو جاتا ہے جو اس کا مقتضی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں اور حضور کو اپنے پیشِ نظر رکھتے ہوئے اُن پر سلام پڑھیں۔

اِس مقام پر آپ کو یہ خلجان پیش آتا ہو گا کہ یہ کیا کہا کہ "حضور کی توجہ خاص کا مبذول ہونا اس وقت مظنون ہے" ——— سو یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ سرکارِ اقدس کا خود ارشاد ہے کہ "میں اہلِ محبت کا سلام خود بنفسِ نفیس سُنتا ہوں" جس کا صریح مطلب یہ ہے کہ اہلِ محبت کی جانب میری توجہ مبذول ہو جاتی ہے کہ میں ان کا سلام خود سُنتا ہوں اور دُوسروں کا بواسطہ ملائکہ میری خدمت میں پیش ہوتا ہے چنانچہ دیباچہ دلائل الخیرات شریف میں ہے:-

قيل لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا رأيت صلوٰة المصلين عليك ممن غاب عنك ومن يأتي بعدك ما حالهما عندك فقال اسمع صلواة اهل محبتي واعرفهم وتعرض علىّ صلواة غيره عرضًا۔

یعنی کسی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور ان لوگوں کے حال سے تو ہمیں مطلع فرمائیں جو حضور سے غائب ہیں اور حضور کے بعد آنے والے ہیں ان کے درود کی آپ کے نزدیک کیا کیفیت ہے"؟

فرمایا کہ محبت والوں کا درود تو میں خود سُنتا ہوں اور سُنوں گا، البتہ دُوسروں کا درود بذریعہ ملائکہ مجھ پہ پیش ہو گا۔

میں کہتا ہوں کہ جب کچھ کہنے والا کسی سے بات کرے تو کیا سننے والے کی اس طرف توجہ نہیں ہوتی ؟ تو اس میں کیا شک رہا کہ اس وقت حضور کی توجہ خاص مظنون ہے ؟ اب رہا یہ کہ حضور کیسے سُن لیتے ہیں تو اوّل تو حضور کے فرمان کے ہوتے ہوئے اس میں کلام کی گنجائش ہی نہیں۔ دُوسرے اب تو مادیات میں ایسے آلات مشاہدہ کر رہے ہیں جن سے بلا کسی ذریعہ کے ہزار ہا کوس پر بیٹھا ہوا سُن لیتا ہے، آپ کہیں گے کہ اس میں تو برقی قوت ہوتی ہے۔ یہ حیرت انگیز فعل اس کا ہے تو میں کہتا ہوں کہ جنّی اور رُوحی کا یہ کرشمہ ہے۔ آپ کے تحیّر کی صرف یہ وجہ ہے کہ آپ اس کی قوت سے واقف نہیں۔ اس کی قوت کے سامنے برقی قوت ہیچ نظر آتی ہے۔ یہ قوت خُدا کی معرفت کراتی ہے بلکہ برقی قوت سے جو کام لیا جارہا ہے یہ بھی اسی قوت کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ میں اس کی قوت پر بھی کچھ روشنی ڈالتا لیکن وقت نہیں۔ انسان اسی لئے پیدا کیا گیا تھا کہ اس قوت کو ترقی دے لیکن افسوس بہت لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس کی طرف توجہ کی اور وہ کام کر دکھلائے کہ برق کی تو حقیقت ہی کیا ہے ماسوا اللہ میں کسی کے بس کے بھی وہ کام نہیں۔

غرض میرے نزدیک پچھلے حضرات کی اس وقت سلام کے لئے قیام کے تجویز کرنے کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے (واللہ اعلم عند اللہ) اور ظاہر ہے ایسے خیالات کیساتھ قیام میں ہرگز کوئی قباحت نہیں۔ اس لئے کہ سب جانتے ہیں کہ شارع علیہ السلام سے اگر کسی فعل پر کرنے کا حکم ہوتا ہے تو وہ فعل مامورات میں داخل ہوتا ہے اور جس شے سے ممانعت ہوتی ہے تو وہ فعل منہیات میں داخل ہے اور جس شے کے لئے نہ امر ہو اور نہ ممانعت وہ شے مُباح ہوتی ہے، جس میں مسلمان مختار ہے کرے یا نہ کرے لیکن یاد رکھئے کہ اگر فعل مُباح کو کوئی اچھی نیت سے کرے تو پھر وہ فعل مستحسن اور مستحب کہلاتا ہے لہذا جس نیت سے میں نے یہ قیام بتلایا ہے وہ یقیناً اچھی ہے لہذا اس

نیت سے یہ قیام بھی اچھا اور مستحسن ہوا۔

بعض لوگ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اس قیام کے وقت یہ خیال کرتے ہیں کہ حضور اس وقت پیدا ہوئے تو میری نظر میں تو ایسا بیوقوف تو کوئی نظر نہیں آتا۔[1] عوام کا خیال تو صرف یہ ہوتا ہے کہ جب ہمارا سلام بارگاہ نبوی میں پیش ہو تو ہماری یہ ہیئت بھی پیش ہو کہ حضور آپ کے غلاموں نے اس ادب و تعظیم کے ساتھ سلام پیش کیا ہے اور یہ خیال بھی کچھ بُرا نہیں۔ نہایت بہتر ہے یا بزرگانِ دین کی پیروی کا خیال ہوتا ہے جیساکہ ان کے مولیٰ نے ان کو حکم دیا ہے جیساکہ میں اس سے قبل عرض کر چکا ہوں۔

مجھے اُمید ہے کہ میں نے اس کے جواز و استحباب میں جو کچھ عرض کیا وہ آپ حضرات کے بخوبی ذہن نشین ہو گیا ہوگا، اِس میں کسی پر ردّ و قدح ہرگز منظور نہ تھی۔ صرف اِتنا ہی مقصد تھا کہ مسلمان اس کو بدعت کہہ کر گنہ گار نہ ہوں۔ ہاں اتنا اور عرض کر دُوں کہ جو لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں ان کو کسی اچھے طریق پر تو سمجھانے میں مضائقہ نہیں اگر وہ نہ مانیں تو ان سے اُلجھنا اور ان پر لعن طعن کرنا بھی نہایت درجہ مذموم ہے، ان کیلئے صرف دُعا کریں دُعا اور بس۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

---

[1] جہلا اور متوسط طبقے میں جو مولد شریف مروّج ہے اس میں قیام کے وقت جو اشعار پڑھے جاتے ہیں ان سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت عالم بالا سے عالمِ اسفل میں تشریف لا رہے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے یہ محافل نہ اس ماہ میں ہوتی ہیں، نہ اس تاریخ میں، نہ اسوقت میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں تشریف لائے کہ اگر ایسا ہو تو اس خیال کو حقیقت سے کچھ تو نسبت ہو۔ وقت بے وقت اس قسم کے اشعار رسمًا نہیں معنی و مفہوم میں پڑھے جاتے ہیں۔ شاید حضرت علیہ الرحمہ کے علم میں ان مجالس کی کیفیت نہ تھی۔ حضرت مرحوم نے جن محافل میں شرکت فرمائی ان میں کوئی وجہ مخالفت نہ ہوتی تھی، چنانچہ اندازِ بیان سے بھی صاف صاف یہی مترشح ہو رہا ہے۔ (مسعود)

فتاویٰ مظہری

۱۹۷۰ء

مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

یہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے ۳۰۰ فاضلانہ، فقیہانہ اور محققانہ فتووں کا مجموعہ ہے جو علماء کرام کے لئے خصوصاً قابلِ مطالعہ ہے۔ اس میں مختلف مسائل پر فتوے جمع کئے گئے ہیں مثلاً قبلہ، اوقات نماز، اذان، اقامت، امامت، قراءت، مقتدی، رویت، روزہ، حج، قربانی، زکوٰۃ، صدقات، قسم، نکاح، طلاق وعدت، وراثت، امانات، قرض ورہن، ملازمت، بیع وشرا، اوقاف، احکام، سیاسیات، معتقدات، آداب، رسوم وغیرہ وغیرہ

فاضل مرتب نے ابتداء میں حیات مظہری اور افتتاحیہ اور آخر میں فہرست مآخذ ومراجع شامل کرکے تحقیقی نقطۂ نظر سے ایک مجموعے کو بلند پایہ بنادیا ہے۔ افتتاحیہ میں ایسی نادر معلومات جمع کیگئی ہیں جو کسی مجموعۂ فتاویٰ میں نہیں دیکھی گئیں۔

ادارۂ مسعودیہ، کراچی

اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء

ادارۂ مسعودیہ کی کتب ملنے کے پتے

۱۔ ادارۂ مسعودیہ

۵۔۶/۲۔ای ناظم آباد، کراچی۔فون 6614747

۲۔ ضیاءالاسلام پبلی کیشنز۔

ضیاء منزل (شوگن مینشن) محمد بن قاسم روڈ آف ایم، اے، جناح روڈ،

عیدگاہ کراچی فون نمبر 2633819-2213973

۳۔ فرید بک اسٹال

38۔اردو بازر، لاہور، فون: 042-7224899-7312173

۴۔ ضیاءالقرآن

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی فون: 2630411-2210212

۵۔ مکتبہ غوثیہ

پرانی سبزی منڈی، یونیورسٹی روڈ، پولیس چوکی محلہ فرقان آباد، کراچی نمبر ۵

فون: 4910584-4926110

۶۔ مکتبہ الجامعہ نقشبندیہ بستان العلوم

کڈہالہ (مجاہدہ آباد)، آزاد کشمیر براستہ گجرات، اسلامی جمہوریہ پاکستان

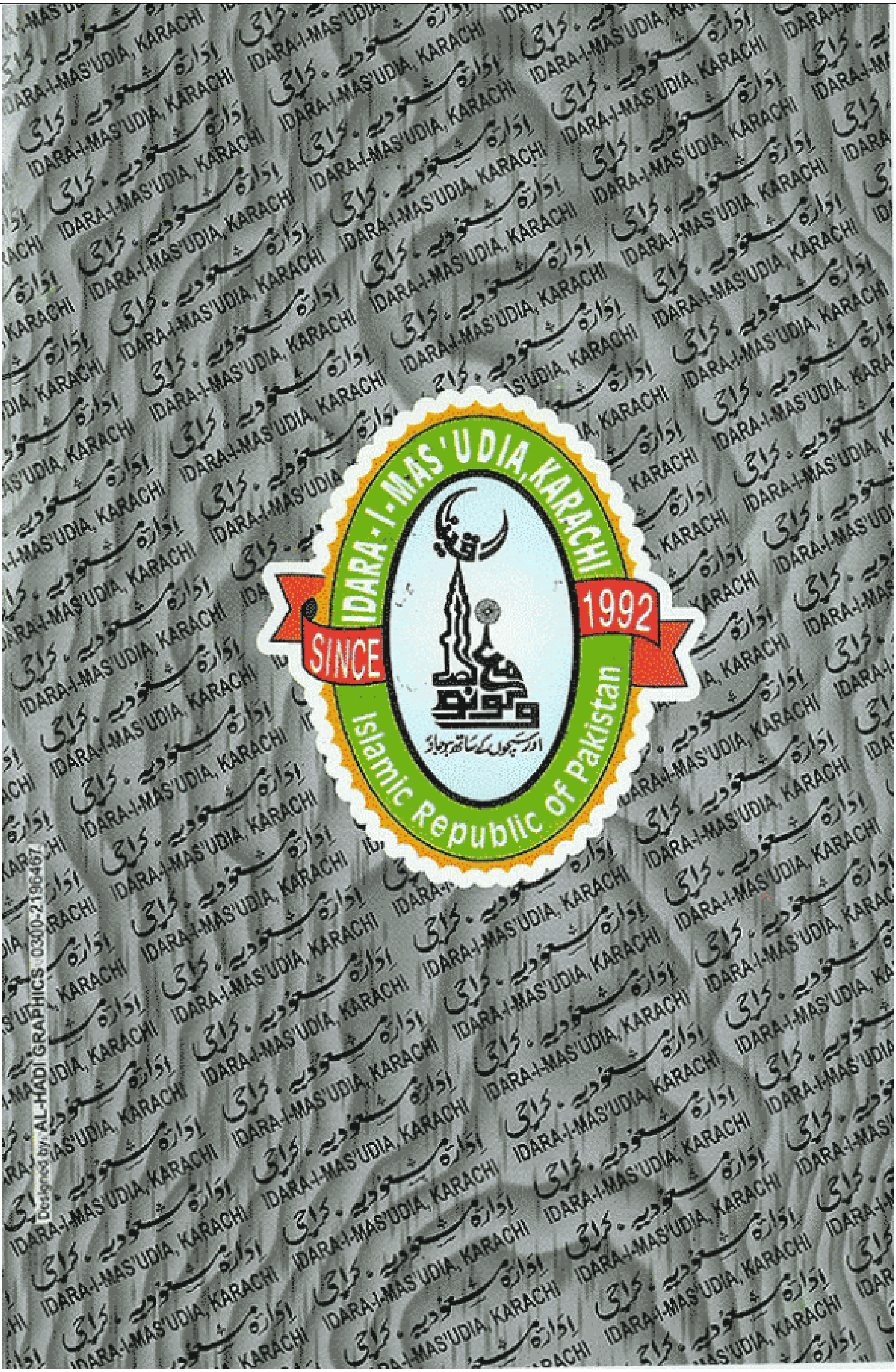
IDARA-I-MAS'UDIA, KARACHI
SINCE 1992
Islamic Republic of Pakistan
ادارہ مسعودیہ۔ کراچی
Designed by: AL-HADI GRAPHICS 0300-2196467